عقد رہن کی معاصر اطلاقات کا شرعی جائزہ

Shariah Analysis of Modern Applications of the Pledge Contract

*ڈاکٹر حافظ معظم شاہ

**ڈاکٹر غلام حسین

ABSTRACT

Rahn Literally means to detain something. From shariah's point of view, Rahn is the security that can be lawfully employed for the satisfaction of claim in respect of a debt. In Rahn, real or corporeal property of material value is pledged as security of debt. This is a contract that protects the rights of parties entering into a financial agreement. On the one hand, it enables the debtor to get a loan to fulfill his financial needs by providing security to the Creditor against the debt. On the other hand, this contract protects the right of the creditor and saves him to incur a financial loss as a result of default of the debtor in repayment of debt. In the modern banking system, where the major role of a bank is to disburse loans to the customers or to enter into credit transactions with them, the significance of Rahn contracts has increased. Therefore, there is a need to examine the rules and conditions of the Rahn contract in respect of its modern applications. This article proceeds with a discussion on the basic concept, rules, and conditions of the Rahn contract in different Fiqh schools of thought. The second part focuses on the modern applications of the Rahn contract. The last part of this study consists of the conclusion and findings of this article. The study found that it is allowed to pledge shares and ownership documents to use them as collateral in a debit transaction. Moreover, it is also allowed for the creditor to ask for an insured item or good to secure his debt.

KEYWORDS:

Rahn, collateral, pledge, creditor, debtor

کاروباری معاملات میں لوگ ایک دوسرے سے قرض کا معاملہ کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ایک شخص پر دوسرے کے حقوق لازم ہوتے ہیں۔ فریقین کے حقوق کی حفاظت کے لیے شریعت اسلامیہ نے رہن کا تصور پیش کیا

*لیکچرر، شعبہ شریعہ، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

**ایسوسی ایٹ پروفیسر، پیر مہر علی شاہ بارانی زرعی یونیورسٹی، راولپنڈی

ہے۔ جس میں قرض دینے والا قرض لینے والے سے کسی ایسے مال کا مطالبہ کرتا ہے جس کو وہ اپنے مال کی سیکورٹی اور حفاظت کے طور پر اپنے پاس رکھے۔ یعنی اگر قرض لینے والا قرض دینے سے انکار کرے یا بروقت ادائیگی نہ کرے تو وہ اپنا نقصان مال مرہونہ سے پورا کرلے۔ لہٰذا یہ مال یا سیکورٹی قرض لینے والے کو بروقت قرض کی ادائیگی پر مجبور کرتا ہے۔ عقد رہن سے متعلق مسائل کو قدیم فقہا نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ تاہم جدید دور میں سیکورٹی یا رہن کی بعض ایسی شکلیں سامنے آئی ہیں کہ جن کا شرعی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ مثلاً آج کل ملکیت کے کاغذات کو بطور رہن رکھا جاتا ہے۔ اسی طرح حصص (shares) کو بطور رہن رکھا جاتا ہے۔ بعض اوقات قرض دینے والا مرہونہ چیز کی تأمین (Insurance) کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ اور اس طرح کی دیگر مسائل پر زیر نظر مقالے میں بحث کی جائے گی۔ اس سلسلے میں فقہا کی آراء کی روشنی میں رہن کی معاصر تطبیقات کا شرعی جائزہ لیا جائے گا۔

رہن کی تعریف:

لغتاً: کسی چیز کو محبوس کرنا۔

شرعاً: جعلُ الشيءِ مَحبُوساً بِحقٍّ[1]۔

"کسی چیز کو حق کی وجہ سے محبوس کرنا"۔

مشروعیت رہن:

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ[2]۔

ترجمہ: اور اگر تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو گروی ہاتھ میں رکھنی چاہیئے

اسی طرح امام بخاریؒ نے حدیث نقل کی ہے کہ "آپ ﷺ نے ایک یہودی سے کھانا ادھار خریدا اور اس کے پاس لوہے کی ایک زرہ رکھوائی"[3]۔

عقد رہن کا لزوم:

عقد رہن مدین (راہن) کے حق میں لازم ہے کیونکہ اس کو مرتہن نے قرضہ (دین) رہن کی بنیاد پر دیا ہے اور مرتہن کے حق میں لازم نہیں کیونکہ رہن اس کا حق ہے۔ جب چاہے اپنا حق ساقط کر سکتا ہے[4]۔

وہ دین جس کے مقابلہ میں رہن رکھا جاسکتا ہے:

احناف کے ہاں شرائط:

پہلی شرط:

احناف کے ہاں ضروری ہے کہ جس دین کے مقابلہ میں رہن رکھا جارہا ہو وہ دین مضمون ہو یعنی بعینہ واجب التسلیم

نہ ہو۔ پس اگر نقود کو متعین کر کے اس کو بطور مہر کے رکھا یا کوئی چیز خریدی اور ثمن میں متعین نقود پر عقد کیا تو ایسے متعین کیے گئے نقود کے مقابلہ میں رہن نہیں رکھا جا سکتا[5]۔

اسی طرح رہن بالدرک بھی جائز نہیں۔ درک کا مطلب ہے کہ مبیع کا مستحق نکل آنے کی صورت میں مشتری کا بائع کی طرف رجوع کرنا۔ اب اگر مشتری اس صورت حال کے پیش نظر پہلے سے بائع سے رہن لے لے تو یہ جائز نہیں کیونکہ مبیع کا مستحق نکل آنے کی بات یقینی نہیں۔ البتہ اس صورت میں ضمان / کفالت بالدرک احناف کے ہاں جائز ہے۔

دین موعود (یعنی ایسا دین جس کا وعدہ کیا گیا ہو) کے مقابلے میں رہن رکھنا جائز ہے کیونکہ وہ موجود کی طرح ہوتا ہے۔ جبکہ "درک" میں موجودگی اور عدم میں سے کسی کا بھی امکان ہو سکتا ہے۔ کیونکہ رہن استیفاء دین کیلئے ہوتا ہے اور استیفاء میں معاوضہ کا معنی ہوتا ہے جبکہ معاوضات و تملیکات مستقبل کی طرف اضافت کو قبول نہیں کرتی۔ کیونکہ اضافت إلي المستقبل میں "غرر" و "خطر" پایا جاتا ہے[6]۔

دوسری شرط:

دوسری شرط یہ ہے کہ واجب فی الذمہ دین کا استیفاء (دین کی وصولی) مرہون بہ سے ممکن ہو[7]۔ پس کسی حرام کام کی اجرت کے مقابلے میں رہن جائز نہیں کیونکہ یہ اجارہ فاسدہ ہے اور اجرت ثابت نہیں۔

شوافع و حنابلہ کے ہاں شرائط:

ان حضرات کے ہاں تین شرائط ہیں[8]۔

۱۔ دین ثابت اور واجب ہو۔ جیسے قرض یا کسی چیز کے ضائع کرنے کی وجہ سے جو ضمان آجاتا ہے یا منفعت کے مقابلے میں رہن رکھا جا سکتا ہے جیسے کہ جو کام اجیر مشترک کے ذمے ہے اس کام کے مقابلے میں رہن رکھنا۔ پس اگر وہ اجیر کام نہ کرے تو مرہونہ چیز کو بیچ کر کام کرایا جائے گا۔

اسی طرح حنابلہ اور شوافع کے ہاں دین موعود بہ کے مقابلے میں رہن رکھنا جائز نہیں برخلاف حنفیہ کے کہ ان کے ہاں دین موعود بہ چونکہ کالموجود اور کالثابت ہوتا ہے لہذا اس کے مقابلے میں رہن رکھنا جائز ہے۔

۲۔ دوسری شرط ان حضرات کے ہاں یہ ہے کہ دین فوراً لازم ہو یا یہ کہ لزوم کی طرف جا رہا ہے جیسے کہ بیع کے نتیجے میں ثابت شدہ دین یا بیع ہو جائے اور عقد خیار کے ساتھ ہو تو ابھی تک دین لازم تو نہیں تاہم لزوم کی طرف جا رہا ہے۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ دین معلوم ہو یا اس کی مقدار اور صفت عاقدین کو معلوم ہو۔ پس اگر دین کے بارے متعاقدین میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو معلوم نہ ہو تو ایسے دین کے مقابلے میں رہن رکھنا جائز نہیں۔[9]

مالکیہ کے ہاں مرہون بہ کی شرائط:

مالکیہ کے ہاں مرہون بہ (جس کے مقابلے میں رہن رکھا جائے) کیلئے ضروری ہے کہ وہ دین ہو پس امانت یا مضاربہ کے مقابلے میں رہن صحیح نہیں ہے۔ اور وہ دین ثابت فی الذمہ ہو۔ اس لیے متعین چیز یا منفعت کے مقابلے میں رہن جائز نہیں اسی طرح مالکیہ کے ہاں شوافع اور حنابلہ کی طرح دین لازم ہو یا لازم ہونے والا ہو ایسے دین کے مقابلے میں رہن رکھنا جائز ہے۔ پس عقد کتابۃ میں بدل کتابۃ کے مقابلے میں رہن جائز نہیں۔ اسی طرح بدل صرف اور عقد سلم میں راس المال کے مقابلے میں رہن جائز نہیں۔[10]

شوافع اور حنابلہ کے ہاں آجکل کے زمانے میں کنٹر یکر ز سے جو ضمان (performance Scurity) لیا جاتا ہے وہ جائز ہے ان کے ہاں ذمہ داری کے مقابل رہن رکھا جاسکتا ہے۔ جبکہ احناف کے جائز نہیں کیوں کہ یہ کنٹریکٹر کے ذمے دین ثابت نہیں بلکہ ایک ذمہ داری ہے۔

رہن رکھی جانے والی چیز کی شرائط:

مرہونہ چیز وہ ہوتی ہے جس کو مرتہن (دائن) کے پاس اس حق کی وصولی کیلئے محبوس رکھا جاتا ہے جس کے مقابلے میں اس چیز کو بطور رہن کے رکھا گیا ہے[11]۔

رہن کے لئے ضروری ہے کہ وہ مال متقوم ہو، معلوم ہو، مقدور التسلیم ہو (حوالہ کرنے کے قابل ہو)، بیچنے کے قابل یعنی اس کو بیچنا جائز ہو، مقبوض ہو اور الگ سے ہو یعنی جو چیز مرہون نہیں اس سے الگ اور فارغ ہو، اس سے متمیز ہو، چاہے منقولی چیز ہو یا زمین، قیمتی اشیاء میں سے ہو یا مثلی ہو نیز عقد کے وقت موجود ہو[12]۔

ان شرائط کے نتیجے میں درج ذیل اشیاء کا رہن رکھنا جائز نہیں۔

1. وہ پھل ابھی تک اُگا نہ ہو یا بھاگا ہوا حیوان کیونکہ وہ قابلِ بیع نہیں۔
2. مردار چیز۔ کیونکہ وہ مال نہیں۔
3. منفعت کو رہن رکھنا جمہور فقہاء کے ہاں جائز نہیں کیونکہ وہ مقدور التسلیم نہیں اور احناف کے ہاں مال بھی نہیں۔ جیسا کہ گھر میں ایک مہینے کے لئے رہنے کا حق بطور رہن کے رکھوا دے۔ البتہ مالکیہ کے ہاں ایسا رہن جائز ہے۔
4. خمر اور خنزیر۔ کیونکہ یہ مال متقوم نہیں۔
5. مجہول چیز کو بطور رہن رکھنا جائز نہیں۔ جس جہالت کے ساتھ بیع جائز ہے اتنی جہالت کے ساتھ بھی رہن رکھنا جائز نہیں۔
6. راہن اگر اس چیز کا مالک نہیں تو بھی اس چیز کو بطور رہن کے رکھنا جائز نہیں۔ البتہ اگر اجازت لے کر کسی کا

مال بطور رہن کے رکھے تو جائز ہے۔

7. ایسی زمین جس پر کھیتی ہو اس کھیتی کے بغیر صرف زمین رہن رکھوانا جائز نہیں کیونکہ یہ مفرغ نہیں ہے۔ اسی طرح صرف کھیتی کو بھی بطور رہن کے رکھنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ محوّز نہیں۔

8. کسی چیز کا آدھا، تہائی، یا چوتھائی حصہ بطور رہن کے رکھنا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ متمیز نہیں۔ مثلاً کسی گھر کا آدھا، تہائی یا چوتھائی حصہ، تو یہ جائز نہیں۔[13]

رہن المشاع:

رہن المشاع کے بارے میں ائمہ کے اقوال حسب ذیل ہیں:

احناف کا مسلک:

احناف کے ہاں مشاع چیز کو بطور رہن کے رکھنا جائز نہیں۔ چاہے اس کو تقسیم کیا جا سکتا ہو یا نہ کیا جا سکتا ہو[14]۔ کیونکہ رہن حبس کے لئے ہوتا ہے۔ اور اگر مشاع چیز کا حبس ہو گا تو حبس میں دوام نہیں پایا گیا۔ بلکہ اس کا مطلب ہو گا کہ ایک دن وہ چیز اس دین کے مقابلے میں مرہون ہے جبکہ دوسرے دن نہیں ہے کہ دوسرے شریک کا بھی اس مرہونہ چیز میں حق ہے۔

جمہور کا مسلک:

جمہور فقہاء حنابلہ، شوافع اور مالکیہ کے ہاں مشاع چیز کو بطور رہن کے رکھنا جائز ہے کیونکہ یہ اس قاعدہ کے تحت آتا ہے کہ ”كلُّ مَا يجُوز بَيعُه يجُوزُ رَهنُه“[15]۔ چونکہ مشاع چیز کی بیع جائز ہے لہذا اس کا رہن بھی جائز ہو گا۔

حصص (Shares) کو بطور رہن کے رکھنے کا حکم:

حصص جو کہ کسی چیز (کمپنی) میں ایک خاص حق ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں ان حصص کو بطور رہن کے رکھنا جائز ہے۔ اور یہ رہن المشاع ہے۔

ایک چیز کو ایک سے زائد دین کے لئے رہن رکھنا۔

اگر ایک چیز بطور رہن کے ایک مرتہن کے پاس ہے تو کیا اس مرہونہ چیز کو کسی اور دین کے مقابلے میں رہن کے طور پر رکھا جا سکتا ہے یعنی ایک مرہونہ چیز پر ایک سے زائد دینوں کو واقع کیا جا سکتا ہے۔

جمہور کا مسلک:

احناف، شوافع اور حنابلہ کے ہاں اگر مرہونہ چیز کو راہن یا مرتہن نے دوبارہ رہن رکھا یعنی اس کے اوپر ایک اور دین کا عقد رہن کیا، پس اگر بغیر اجازت سے کیا تو عقدِ رہنِ ثانی باطل ہے۔ اور اگر اجازت سے کیا ہو تو عقدِ رہنِ اول

باطل ہے۔ کیونکہ یہ مرتہن اول کا حق ہے۔ اور اس میں اس کی حق تلفی ہوتی ہے۔ البتہ اگر مرتہن اول نے اجازت دی تو پہلا عقد رہن باطل ہو جائے گا[16]۔

لہذا جمہور فقہاء کے ہاں جب کسی چیز کو ایک دفعہ ایک دین کے مقابلہ میں (مکمل) چیز بطور رہن کے رکھ دی جائے تو اس چیز پر دوسرا عقد رہن واقع نہیں ہو کیا جا سکتا۔

مالکیہ کا مسلک:

مالکیہ کے ہاں جو چیز مرہون ہے اس کو ایک اور دین کے مقابلے میں رہن رکھنا جائز ہے۔ تاہم اگر یہ مرہونہ چیز صرف پہلے دین کی قیمت کو پورا کرتی ہے تو اس وقت تک اس مرہونہ چیز کو دوسرے دین کے مقابلے میں نہیں بیچا جا سکتا جب تک کے پہلے دین کا وقت آجائے پھر پہلے دین کے مقابلے میں اس کو بیچ کر پہلا دین پہلے اداء کیا جائے گا اور اگر اضافی کچھ ہوا تو دوسرے دین کی رقم ادا کی جائے گی کیونکہ اس صورت میں مرتہن اوّل کا حق محفوظ ہے اور اس کی حق تلفی نہیں ہوتی۔

البتہ اگر ایک سے زائد دیون کے مقابلے ایک رہن رکھا جا رہا ہو تو اگر ایک ہی وقت میں تمام دیون کا عقد ہوا ہو تو پھر مرہونہ چیز بیچنے کی صورت میں ہر دائن اس میں سے اپنے حصے کے بقدر وصول کرے گا۔ اور اگر ایک مرہونہ چیز پر ایک سے زائد عقد دین مختلف اوقات میں ہوئے تو پھر جو عقد پہلا ہوا ہو یعنی اس چیز کو ابتداءً جس دین کے مقابلے میں رہن رکھا گیا اس دین کے دائن کا حق پہلے ہو گا اور اسی طرح اس کے بعد والے کا حق دوسرے نمبر پر اور اس طرح تیسرے دائن کا حق تیسرے نمبر پر ہو گا۔

مرہونہ چیز کا قبضہ اور اس کی ملکیت

مرہونہ چیز جب تک مرہون ہوتی ہے وہ راہن کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ مرہونہ چیز کی ملکیت راہن کے پاس ہوتی ہے[17]۔

رہن کا قبضہ:

جمہور کا مسلک:

جمہور فقہاء حنفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے ہاں شئ مرہونہ کا قبضہ مرتہن (دائن) کے پاس رہے گا کیونکہ دائن کا حق اس سے متعلق ہے اور قرآن میں اللہ تبارکَ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ"[18]۔

ترجمہ: پس رہن رکھنے کی چیزیں (ہیں) جو قبضہ میں دے دی جائیں

یعنی رہن کے ساتھ قبضہ کا ذکر کیا۔ پس قبضہ کا حق مرتہن کا ہے۔ اور رہن کا لغوی معنی بھی حبس کے ہیں[19]۔

شوافع کا مسلک:

شوافع کے ہاں مرہونہ چیز پر قبضہ کرنا اور اس کو اپنے پاس محبوس رکھنا یہ عقد رہن کا لازمی حکم نہیں ہے اور اگر مرہونہ چیز اصل کے بقاء کے ساتھ قابل استفادہ ہو تو راہن اس کو لیکر اس سے استفادہ کر سکتا ہے اور واپس مالک کو لوٹا دے[20]۔

زمین کا قبضہ (تأمینی رہن):

آج کل زمین یا گھر کو بطور رہن کے رکھا جاتا ہے اور اس کا قبضہ راہن ہی کے پاس ہوتا ہے تاہم عقد رہن کے نتیجے میں متعلقہ حکومتی ادارے میں اس گھر یا زمین کو دین کے مقابلے میں مرہون کر دیا جاتا ہے۔ لہذا راہن اس کو استعمال تو کر سکتا ہے لیکن دیگر تصرفات بیع، ہبہ، وغیرہ کرنے سے پہلے مرتہن (دائن) کی اجازت ضروری ہوگی اور یہ عقد رہن جائز ہے۔ کیونکہ چیز کو قبضہ میں رکھنا یہ مرتہن کا حق ہے اور وہ جب اپنا حق ساقط کرنے پر راضی ہے تو اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اس طرح کے رہن کو "الرهن التأميني" کہا جاتا ہے۔

عاریتاً لی گئی چیز کا رہن:

فقہاء اربعہ کے ہاں جو چیز عاریتاً لی گئی ہو اس کو بطور رہن کے رکھنا جائز ہے[21]۔ کیونکہ جو چیز عاریتاً لی جاتی ہے اس سے مقصود انتفاع ہوتا ہے اور عین اس کا باقی رہتا ہے اور یہاں پر راہن (مدیون) عاریتاً لی گئی چیز کو مرتہن (دائن) کے پاس رکھتا ہے اور وہ (مرتہن) اس کو استعمال بھی نہیں کر سکتا تاہم اکثر علماء کے ہاں اس کیلئے چیز دینے والے (معیر) کی اجازت ضروری ہے۔

ملکیت کے کاغذات کا رہن:

ملکیت کے کاغذات کا رہن رکھنا بھی جائز ہے۔ جیسے کہ وہ سامان جو درآمد کیا جاتا ہے اور وہ بندرگاہوں پر موجود ہوتا ہے اسی طرح بڑی مقدار میں مال جو بڑے بڑے سٹوروں (ذخیرہ کرنے کی جگہوں) میں محفوظ ہوتا ہے اگر صرف ان کی ملکیت کے کاغذات یا حق وصولی کے کاغذات بطور رہن رکھ لئے جائیں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ مرہونہ چیز کا اس حالت میں ہونا ضروری ہے کہ مرتہن (دائن) اس سے اپنے حق کو وصول کر سکے اور یہ کاغذات وہ مقصد پورا کرتے ہیں۔ لہذا ان کو رہن رکھنا جائز ہے اور یہاں پر مرتہن کا اس سامان پر حکمی قبضہ تصور ہوگا۔

عدل کے پاس رہن:

راہن اور مرتہن کے لئے جائز ہے کہ وہ رہن کو تیسرے شخص کے پاس رکھیں۔ جس کو عدل کہا جاتا ہے۔ تاہم

اس صورت میں راہن کو اس بات کی اجازت نہیں ہو گی کہ وہ عدل کو معزول کر دے یا اس سے مرہونہ مال واپس لے لے جب تک کہ وہ دین ادا نہ کرے[22]۔ کیونکہ اس کے ساتھ مرتہن کا حق وابستہ ہو چکا ہے۔

مرہونہ چیز کے اخراجات:

جمہور فقہاء کا مسلک:

مرہونہ چیز کے اخراجات مالک (راہن) کے ذمے ہوں گے۔ پس اگر کوئی جانور ہے تو اس کو چارہ کھلانا راہن کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ حدیث میں آتا ہے: "لہُ غنمُه وَ علَيهِ غُرمُهُ"[23] یعنی جو فائدہ حاصل کرتا ہے وہی اس کے اخراجات بھی برداشت کرے گا۔ اور مرہونہ چیز سے چونکہ راہن (مالک) استفادہ کرتا ہے لہذا تمام قسم کے اخراجات کا ذمہ دار وہی ہو گا[24]۔

حنفیہ کا مسلک:

احناف کے ہاں تفصیل ہے کہ نفقہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ نفقہ ہے جس کا تعلق بقائے مرہونہ چیز کے ساتھ ہو جیسے کہ جانور کو چارہ کھلانا، اس کا ذمہ دار راہن (مالک) ہو گا۔ اور ایسا نفقہ جس کا تعلق مرہونہ چیز کی حفاظت کے ساتھ ہو اس کا خرچہ و نفقہ کا ذمہ دار مرتہن (دائن) ہو گا[25]۔ کیونکہ حفاظت مرتہن کی ذمہ داری ہے اور اصل عین مرہونہ چیز راہن کی ملکیت ہے۔ تاہم اگر راہن راضی ہو تو جو نفقہ مرتہن کے ذمے ہے وہ بھی راہن برداشت کر سکتا ہے۔

عقد رہن کے آثار و احکام:

عقد رہن کے احکام میں سے یہ ہے جب دین کی ادائیگی کا مقررہ وقت آجائے تو مرتہن کو یہ حق ہے کہ وہ دین کا مطالبہ کرے یا مرہونہ چیز کو بیچنے کا مطالبہ کرے تاکہ اس سے اپنا دین وصول کر سکے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ راہن مرتہن کو بیع کا وکیل بنا لے، کہ اسی کی طرف سے بیچ دے۔

اس صورت میں اگر دین کم ہو اور مرہونہ چیز اس سے زیادہ پر بک جائے تو اضافی رقم راہن کو واپس کر دے گا کیونکہ یہ اس کا حق ہے اور اگر کم ہو جائے تو مرتہن (مدیون) کا بقیہ دین عام دین کے حکم میں ہو جائے گا[26]۔ وہ اجازت کے بغیر مرہونہ چیز کو بیچ نہیں سکتا کیونکہ یہ غیر کے حق میں تصرف ہے جو اس کی اجازت کو بغیر نہیں کر سکتا البتہ وہ عدالت سے رجوع کر سکتا ہے اسی طرح دائن کو اس بات کا حق ہے کہ وہ عقد رہن کے شروع میں یہ شرط رکھے کہ اگر وقت پر راہن نے دین ادا نہ کیا تو مرتہن اس مرہونہ چیز کو بیچ دے گا اور اپنا حق وصول کرے گا۔ اسی طرح مرہونہ چیز کو بیچنے کے بعد مرتہن کو دیگر غرماء پر اپنا حق اور دین وصول کرنے میں اولیت ہو گی[27]۔

مرتہن کا مرہونہ چیز کا مالک بننا:

دائن (مرتہن) کیلئے اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ اپنے دین کے مقابلے میں مرہونہ چیز کا مالک بن جائے کیونکہ اس صورت میں یہ بیع ہوگی اور اس میں بیع کی شرائط نہیں پائی جائے گی جیسے کہ بائع کی رضامندی اور بیع کا معلق نہ ہونا۔ جہاں پر بیع معلق ہوگی (کہ معلوم نہ ہو کہ اس کا مالک بنے گا یا نہیں) پس اگر دین دے دیا تو مالک نہیں بنے گا اور نہ دیا تو مالک بن جائے گا اس وجہ سے عقد رہن کے شروع میں بھی ایسی شرط لگانا جائز نہیں[28]۔ اور اس سلسلے میں وہ حدیث جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: " لَهُ غُنمُهُ وَعلَيهِ غُرمُه "[29]۔

پس اس حدیث میں "لا يُغلَقُ الرّهنُ مِن صاحِبِه" کے الفاظ ہیں، کہ مرہونہ چیز کو راہن کی ملکیت سے نہیں نکالا جاسکتا۔ البتہ اگر وہ دونوں الگ سے عقد بیع کا انعقاد کریں اور پھر اس دین و ثمن کا آپس میں مقاصہ کریں تو پھر جائز ہے۔

بائع کا مبیع کے انتقال ملکیت کو روکنا:

بائع کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مبیع کے ملکیت کے انتقال کو روکے۔ کیونکہ بیع کا تقاضہ یہ ہے کہ ملکیت مشتری کی طرف منتقل ہو جائے۔ لہذا یہ شرط لگانا مقتضائے عقد کے خلاف ہے۔ البتہ اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مشتری پر یہ شرط لگائے کہ مبیع بائع کے پاس بطور رہن کے ہوگی۔ یہاں تک مشتری ثمن ادا کر دے۔

رہن کو چھڑانا:

اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ مرتہن کو مرہونہ چیز اس وقت تک اپنے پاس محبوس رکھنے کا حق ہے جب تک کہ وہ مکمل دین وصول نہ کرے پس اگر اکثر دین بھی وصول کرے اور دین کا ایک جزء بھی رہتا ہے تو بھی مرتہن کو مرہونہ چیز محبوس رکھنے کا حق ہے[30]۔ البتہ جس دین کے مقابلے میں رہن رکھا گیا ہو اس کی ادائیگی کے بعد کسی اور دین کے مقابلے میں اس چیز کو بطور رہن کے رکھنا جائز نہیں اِلّا یہ کہ ان دونوں کے درمیان یہ معاہدہ ہو کہ یہ چیز بطور رہن کے مرتہن (دائن) کے پاس رہے گی اور اس کو مستقبل میں ان کے درمیان وجود میں آنے والے کسی بھی دین کے مقابلے میں رہن سمجھا جائے گا تو پھر یہ صورت جائز ہے۔

مرہونہ چیز سے انتفاع:

راہن کا انتفاع:

احناف اور حنابلہ کا مسلک:

احناف اور حنابلہ کے ہاں راہن کو مرہونہ چیز سے انتفاع کا حق نہیں اِلّا یہ کہ مرتہن اجازت دے کیونکہ یہ اسی کے

حق کے مقابلے میں محبوس ہے، لہذا اسی کی اجازت سے استعمال کر سکتا ہے[31]۔

مالکیہ کا مسلک:

مالکیہ کے ہاں راہن مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل نہیں کر سکتا اگرچہ مرتہن اجازت بھی دے دے۔ اگر اس نے اجازت دی تو عقد رہن باطل ہو جائے گا۔[32]

شوافع کا مسلک:

شوافع کے ہاں راہن کو مرہونہ چیز سے انتفاع کا حق حاصل ہے بشرطیکہ اس سے مرہونہ چیز کم نہ ہوتی ہو۔[33]

دلائل:

امام شافعیؒ کی دلیل وہی مشہور حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رہن کو راہن سے نہیں روکا جائے گا۔ "لا يُغلقُ الرّهنُ من صاحِبِه"۔ پس نہ ہی ملکاً اور نہ ہی انتفاعاً راہن سے مرہونہ چیز روکی جائے گی۔

جبکہ جمہور حضرات کی دلیل قرآن مجید کی آیت کریمہ ہے: "فَرِهانٌ مَقبُوضةٌ"[34]۔ کہ رہن مقبوض ہو گی، اور مقبوض تب ہو گی جب اس کے استعمال کا حق راہن کو مرتہن کی اجازت کے بغیر نہ ہو۔

شوافع کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس میں "لا يُغلقُ" سے مراد ملکیت ہی ہے حبس نہیں۔ کیونکہ اگر مرتہن کو حبس کا حق بھی نہ ہو گا تو اس سے عقد رہن کا مقصد بھی حاصل نہ ہو گا۔ اور یہ اس راہن کو دین کی ادائیگی پر مجبور بھی نہیں کرے گا۔

مرتہن کا انتفاع:

حنفیہ کا مسلک:

احناف میں سے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اگر مرتہن راہن کی اجازت سے مرہونہ چیز سے فائدہ اٹھائے اور وہ معروف یا مشروط بھی نہ ہو تو اس صورت میں مرتہن کا مرہونہ چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ جبکہ بعض دیگر فقہاء نے مطلق منع کیا ہے۔ علامہ کاسانیؒ نے مطلق منع اور عدم جواز کا قول نقل کیا ہے[35]۔ جبکہ علامہ شامیؒ نے ردّ المحتار میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد راجح مطلقاً عدم جواز کو قرار دیا ہے[36]۔ اور احناف کے ہاں جو ربا کی تعریف کی گئی ہے، وہ بھی اس پر صادق آتی ہے کہ "ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچے" (مشروط یا متعارف) تو وہ احناف کے ہاں ربا ہے اور مرتہن جب استفادہ کرے گا تو وہ اس صورت کا مصداق ہو گا۔

مالکیہ کا مسلک:

مالکیہ کے ہاں دین اگر عقد بیع (یعنی عقد معاوضہ) کے نتیجے میں وجود میں آیا ہو اور مرہونہ چیز سے فائدہ حاصل

کرنے کی مدّت متعین ہو تو پھر جائز ہے کیونکہ اس صورت میں یہ عقد اجارہ ہو جائے گا۔ مدّت کا تعین اس لئے ضروری ہے کہ عقد اجارہ میں مدّت کی تعیین کرنا لازمی ہے۔ اس صورت میں جو چیز بیچی گئی وہ آدھی ثمن کے مقابلے میں آدھی اجارہ کے اجرت کے طور پر آجائے گی۔ البتہ اگر دین قرض کے نتیجے میں وجود میں آیا ہو تو پھر مطلقًا ناجائز ہے [37]۔

شوافع کا مسلک:

شوافع کے ہاں ویسے تو مرہونہ چیز سے مرتہن (دائن) کو استفادہ کا حق حاصل نہیں۔ البتہ اگر دین عقد بیع کے نتیجے میں وجود میں آیا ہو تو مرتہن ابتداءً انتفاع کی شرط لگادے تو جائز ہے۔ اور یہ "الجمع بين البيع و الاجارة "ہو گا۔ جو کہ جائز ہے [38]۔

حنابلہ کا مسلک:

حنابلہ کے ہاں تفصیل ہے۔ مرہونہ چیز یا تو حیوان ہو گا کہ جس کا نفقہ کا ذمہ دار مرتہن ہو یا غیر حیوان ہو گا۔ پس اگر حیوان کے علاوہ کوئی چیز ہے جیسا کہ گھر وغیرہ تو اگر دین عقد معاوضہ کے نتیجے میں وجود میں آیا ہے تو پھر راہن کی اجازت سے استفادہ جائز ہے اور یہ بیع و اجارہ والی صورت ہو گی جیسے کہ مالکیہ کے مسلک میں گزرا اور اگر دین قرض کے نتیجے وجود میں آیا تو پھر مرہونہ چیز سے مرتہن کا استفادہ جائز نہیں چاہے راہن کی اجازت سے ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ یہ "كلُّ قرض جرّ نفعاً فهُوَ ربواً" کے تحت آئے گا۔ یعنی ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچے وہ ربا ہے۔ اور اگر مرہونہ چیز حیوان ہو تو پھر اس پر مرتہن کا جو نفقہ آرہا ہے اور جو خرچہ اس پر کر رہا ہے اس کے مقابلے میں اس سے استفادہ جائز ہے [39]۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی حدیث ہے:

الرَّهْنُ يُرْكَبُ بِنَفَقَتِهِ، وَيُشْرَبُ لَبَنُ الدَّرِّ إِذَا كَانَ مَرْهُونًا[40]۔

ترجمہ: مرہونہ چیز پر سواری کی جائے گی اور جانور کا دودھ اس پر مرتب شدہ خرچے کے مقابلے میں پیا جائے گا۔

چونکہ اس حدیث میں جانور والی صورت کی وضاحت آگئی ہے لہذا اس صورت میں استفادہ من الرہن، مرتہن کیلئے جائز ہو گا۔ چونکہ اجازت کی صورت میں ربا کا شبہ ہے۔ اس وجہ سے اس میں احتیاط کا پہلو لازم ہے۔ اور ربا کا دروازہ کھلنے کا بھی خطرہ ہے۔

رہن کا ضمان:

اس عنوان کے تحت دو باتیں ہیں۔ ایک یہ ہے کہ مرہونہ چیز کی حیثیت مرتہن کے قبضہ میں کیا ہے؟ آیا وہ قبضہ امانت ہے یا قبضہ مضمون ہے؟ دوسری بات یہ ہے کہ اگر مرہونہ چیز ہلاک ہو جائے تو ضمان آئے گا یا نہیں؟

مرتہن کے قبضہ میں رہن کی حیثیت:

اس سلسلے میں فقہاء کی دو آراء ہیں۔ ایک حنفیہ کی جبکہ دوسری رائے جمہور کی ہے۔

احناف کا مسلک:

احناف کے ہاں مرہونہ چیز مرتہن (دائن) پاس بطور امانت کے ہوتی ہے۔ تاہم اگر مرہونہ چیز ہلاک ہو جائے تو وہ دین کے مقابلہ میں ہلاک ہو گی[41]۔

دلیل:

احناف کی دلیل وہ حدیث ہے جو امام ابو داؤد نے اپنے مراسیل میں ذکر کی ہے کہ: "ایک آدمی کے پاس گھوڑا بطور رہن کے رکھا گیا اور اس کے پاس ہلاک ہو گیا تو آپ ﷺ نے مرتہن سے ارشاد فرمایا کہ تیرا حق چلا گیا"[42]۔ اس حدیث میں مرہونہ چیز دین کے مقابلے میں لایا گیا۔ اور ہلاکت کی صورت میں دین ساقط ہو گیا۔

احناف کے ہاں ضمان:

احناف کے ہاں مرہونہ چیز کی ہلاکت کی صورت میں رہن کی قیمت اور دین میں سے جو کم ہو اس کے مقابلے میں ہلاک ہو گا۔ پس اگر رہن کی قیمت کم ہو تو مرتہن اضافی مبلغ کا مطالبہ راہن سے کرے گا۔ اگر دونوں برابر ہوں تو گویا کہ مرتہن نے اپنا حق وصول کر لیا۔ اور اگر رہن کی قیمت زیادہ ہو تو پھر اضافہ مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہو گا اور صرف کوتاہی یا تعدی کی صورت میں اس کا ضامن ہو گا۔

جمہور فقہاء کا مسلک:

جمہور فقہاء (شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ) کے ہاں مرہونہ چیز مرتہن کے ہاتھ میں امانت ہوتی ہے اور صرف اسی صورت میں ضامن ہو گا جب اس کی طرف سے تعدی یا کوتاہی ہو۔ اگر تعدی و تقصیر کے بغیر ہلاک ہو جائے تو مرتہن (دائن) کا دین محفوظ ہو گا۔ اور وہ راہن سے اپنے دین کا مطالبہ کرے گا[43]۔

دلیل:

جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے اسی باب میں پہلے گزر چکی ہے کہ رہن کو راہن سے نہیں روکا جائے گا اس کا فائدہ بھی اسی کا اور اس کی کمی (ضمان) بھی اسی پر ہے۔ پس آپ ﷺ نے رہن کا ضمان راہن پر رکھا ہے۔ لہذا مرتہن دین کے مقابلے میں اس کا ضامن نہیں ہو گا اِلّا یہ کہ اس کی طرف سے کوتاہی یا تعدی پائی جائے۔

عدل کا حکم:

عدل کا ضمان کے بارے میں وہی حکم ہو گا جو مرتہن کا ہے۔

مرہونہ چیز کی تأمین

مرہونہ چیز کی اسلامی تأمین (insurance) جائز ہے۔ عقد رہن کے ابتداء میں مرتہن کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مرہونہ چیز کی تأمین کی شرط لگائے۔ البتہ عقد رہن مکمل ہونے کے بعد کیا مرتہن کو اس بات کا حق ہے کہ وہ راہن کو اس پر مجبور کرے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کو یہ حق نہیں کیونکہ عقد رہن کی شروط میں ابتداء میں اس شرط پر اتفاق نہیں ہوا۔ اگر مرتہن کرا دیتا ہے تو حنفیہ کے مسلک کے مطابق وہی اس کا خرچہ بھی اٹھائے گا کیونکہ اس کا تعلق چیز کی حفاظت کے ساتھ ہے۔ جبکہ جمہور فقہاء کے نزدیک عقد تأمین کرانے کا خرچہ راہن کے ذمہ ہوگا۔ اس مسئلے کی تفصیل اسی فصل میں پہلے گزر چکی ہے۔

نتائج بحث

1. حصص جو کہ کسی کاروبار (کمپنی) میں ایک خاص کے حق ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں ان حصص کو بطور رہن کے رکھنا جائز ہے۔ اور یہ رہن المشاع ہے۔
2. آج کل زمین یا گھر کو بطور رہن کے رکھا جاتا ہے اور اس کا قبضہ راہن ہی کے پاس ہوتا ہے تاہم عقد رہن کے نتیجے میں متعلقہ حکومتی ادارے میں اس گھر یا زمین کو دین کے مقابلے میں مرہون کر دیا جاتا ہے۔ لہذا راہن اس کو استعمال تو کر سکتا ہے لیکن دیگر تصرفات بیع، ہبہ، وغیرہ کرنے سے پہلے مرتہن (دائن) کی اجازت ضروری ہوگی اور یہ عقد رہن جائز ہے۔ اس طرح کے رہن کو "الرهن التأميني" کہا جاتا ہے۔
3. ملکیت کے کاغذات کا رہن رکھنا بھی جائز ہے۔ جیسے کہ وہ سامان جو درآمد کیا جاتا ہے اور وہ بندرگاہوں پر موجود ہوتا ہے اسی طرح بڑی مقدار میں مال جو بڑے بڑے سٹوروں (ذخیرہ کرنے کی جگہوں) میں محفوظ ہوتا ہے اگر صرف ان کی ملکیت کے کاغذات یا حق وصولی کے کاغذات بطور رہن رکھ لئے جائیں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ مرہونہ چیز کا اس حالت میں ہونا ضروری ہے کہ مرتہن (دائن) اس سے اپنے حق کو وصول کر سکے اور یہ کاغذات وہ مقصد پورا کرتے ہیں۔ لہذا ان کو رہن رکھنا جائز ہے اور یہاں پر مرتہن کا اس سامان پر حکمی قبضہ تصور ہوگا۔
4. احناف میں سے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ اگر مرتہن راہن کی اجازت سے مرہونہ چیز سے فائدہ اٹھائے اور وہ معروف یا مشروط بھی نہ ہو تو اس صورت میں مرتہن کا مرہونہ چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ جبکہ بعض دیگر فقہاء نے مطلق منع کیا ہے۔ علامہ کاسانیؒ نے مطلق منع اور عدم جواز کا قول نقل کیا ہے[44]۔ جبکہ علامہ شامیؒ نے ردّ المحتار میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد راجح مطلقاً عدم جواز کو قرار دیا ہے[45]۔ اور احناف کے ہاں جو ربا کی تعریف کی گئی ہے، وہ بھی اس پر صادق آتی ہے کہ "ہر وہ قرض جو نفع کو کھینچے" (مشروط یا متعارف) تو وہ احناف کے ہاں ربا ہے اور مرتہن جب استفادہ کرے گا تو وہ اس صورت کا مصداق ہوگا۔

5. مرہونہ چیز کی اسلامی تأمین (insurance) جائز ہے۔ عقد رہن کے ابتداء میں مرتہن کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مرہونہ چیز کی تأمین کی شرط لگائے۔ البتہ عقد رہن مکمل ہونے کے بعد اس کو یہ حق نہیں کیونکہ عقد رہن کی شروط میں ابتداء میں اس شرط پر اتفاق نہیں ہوا۔ اگر مرتہن کرادیتا ہے تو حنفیہ کے مسلک کے مطابق وہی اس کا خرچہ بھی اٹھائے گا کیونکہ اس کا تعلق چیز کی حفاظت کے ساتھ ہے۔ جبکہ جمہور فقہاء کے نزدیک عقد تأمین کرانے کا خرچہ راہن کے ذمہ ہوگا۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المختار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، 1992ء، 6/477

2۔ سورۃ البقرۃ: 2/283

3۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ترقیم، محمد فؤاد عبد الباقی، دار طوق النجاۃ، لبنان، 1422ء، کتاب البیوع، باب شراء النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم بالنسیئۃ، حدیث نمبر 2068، 3/56

4۔ الزحیلی، وہبۃ بن مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، دمشق، سوریہ، طبع چہارم، 3/3134؛ البہوتی، منصور بن یونس الحنبلی (متوفی: 1095ھ)، کشاف القناع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 3/321

5۔ ابن عابدین، محمد امین، رد المختار، 6/478

6۔ الکاسانی، علاؤالدین ابو بکر بن مسعود الحنفی (متوفی: ۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1406ھ/1992ء، 6/135

7۔ ایضاً، 6/136

8۔ الشربینی، شمس الدین محمد بن احمد الشافعی (متوفی: 977ھ)، مغنی المحتاج الی معرفۃ الفاظ المنہاج، دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان، 1415ھ/1994ء، 3/55؛ البہوتی، منصور بن احمد، کشاف القناع، 3/336

9۔ الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج، 3/55؛ البہوتی، منصور بن احمد، کشاف القناع، 3/336

10۔ ابن جزی، محمد بن أحمد بن محمد، القوانین الفقہیہ، ص: 213

11۔ الزحیلی، وہبہ مصطفی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، 4/4230

12۔ الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، 2/135

13۔ الزحیلی، وہبہ مصطفی، الفقہ الاسلامی، 6/4236

14۔ ابن عابدین، محمد امین، ردّ المختار 2/489، الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، 6/۱۳۸

15۔ ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، الشرح الکبیر، دار الکتاب العربی للنشر والتوزیع، 4/405؛ الشربینی، مغنی المحتاج، 3/46؛ ابن قدامہ، أبو محمد موفق الدین عبد اللہ بن أحمد بن محمد بن قدامۃ الحنبلی، المتوفی: 620ھ، المغنی، مکتبۃ القاہرۃ، مصر، 1388ھ/1968م، 4/253؛ ابن جزی، محمد بن احمد، القوانین الفقہیۃ، ص: 212

16۔ابن عابدین، محمد امین، ردالمحتار،6/526؛الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج،3/57؛ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی لابن قدامہ، 248/4

17۔الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع،6/145

18۔سورۃ البقرۃ:2/283

19۔الکاسانی، الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع،6/145؛ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی،4/248؛ ابن رشد الحفید، محمد بن احمد، (متوفی:۵۹۵ھ)، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، دار الحدیث، القاہرہ،1425ھ/2004ء،4/57

20۔الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج،3/65

21۔ابن رشد الحفید، محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد،4/323؛الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع،4/135؛ البہوتی، منصور بن یونس الحنبلی، کشاف القناع،3/323

22۔ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی لابن قدامہ، /265؛الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج،3/69

23۔ الدار قطنی، ابوالحسن علی بن عمر(متوفی: ۳۸۵ھ)، سنن الدار قطنی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، 1424ھ، کتاب البیوع، حدیث:132،ص33

24۔الدسوقی، محمد بن احمد، (متوفی:1230ھ)، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، دار الفکر، بیروت، لبنان، س ن،3/251؛ الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج،3/72؛ابن قدامۃ، عبد اللہ بن احمد، المغنی لابن قدامۃ،4/256

25۔الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع،6/151

26۔الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج،3/163

27۔الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع،6/153

28۔الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج،3/83

29۔المناوی، محمد بن تاج، (المتوفی 1031ھ)، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، س ن،2/451

30۔الزحیلی، وہبہ مصطفی، الفقہ الاسلامی،6/4277

31۔الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع،6/146؛ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی لابن قدامہ،4/287

32۔الدسوقی، محمد بن احمد، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر،3/241

33۔المرجع السابق

34۔البقرۃ:2/283

35۔الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع،6/146

36۔ابن عابدین، محمد امین، ردّالمحتار،6/482

37۔الدسوقی، محمد بن احمد، حاشیۃ الدسوقی،6/4291

38۔الشربینی، محمد بن احمد، مغنی المحتاج،3/42

39۔ابن قدامہ، عبد اللہ بن احمد، المغنی لابن قدامہ،4/288

40۔البخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح للبخاری، کتاب الرہن، باب الرہن مرکوب و محلوب، حدیث:2511،3/143

41۔ الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، 6/479

42۔ ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، المراسیل لابی داؤد، المحقق: شعیب الأرناؤوط، مؤسسة الرسالة، بیروت، لبنان، 1408ھ، حدیث: 188، ص172

43۔ ابن قدامہ، موفق الدین عبداللہ بن أحمد، المغنی لابن قدامہ، 4/297؛ الشربینی، محمد بن احمد الشافعی، مغنی المحتاج، 5/53

44۔ الکاسانی، ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع، 6/146

45۔ ابن عابدین، محمد امین، ردّ المحتار، 6/482